نبوی بیت المال کا نظام

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد وصی فصیح
لکچرر: پی ای سی ایچ ایس ایجوکیشن فاؤنڈیشن، گورنمنٹ کالج، کراچی

Abstract

This paper examined the monetary and fiscal policies of the Islamic state of Medina. In this paper, we would study in detail the sources of revenue, budget and expenditure of prophetic public treasury management. Bait-ul-Mal or public treasury, was founded by Prophet of Islam himself when he established Islamic state at Al-Medina. Its revenue was generated from Zakat, Ushr, Khums, Fai, Jizyah and Kharaj and other miscellaneous sources. These sources were tapped and utilized by the state to defray its essential expenses incurred on discharging various functions, and also with a motive to distribute wealth among the poor and destitute classes of the society.

Sense of accountability to our Lord on the Day of Judgment for every single deed is the centerpiece of the ideology Muhammad (sallahu alaihe wasallam) chosen in his every policy. In the context of economic challenges, His focus was economic justice. He presented a strong, categorical and permanent moral filter for sourcing and using funds. Hazrath Bilal was

in charge of Baitul mal and in compliance with the Prophet's orders he did not allow any cash or the provisions to remain locked up.

لفظی معنی کے لحاظ سے بیت المال کا ترجمہ "دولت کے گھر" سے کیا جا سکتا ہے لیکن اپنے جامع اصطلاحی مفہوم میں بیت المال وہ ادارہ ہے جو اسلامی ریاست کی مالیاتی پالیسیوں کو بروئے کار لانے اور اس کے مقاصد کے حصول کے لیے قائم کیا جاتا ہے، البتہ اپنے سادہ اور عام فہم مفہوم میں بیت المال اس عمارت کو بھی کہتے ہیں جو سرکاری خزانہ کا محفوظ مقام ہوتا ہے۔

"بیت المال" قلمرو خلافت کی ان تمام آمدنیوں کا حامل ہوتا ہے جو اسلامی احکام کے مطابق سرکاری خزانہ میں داخل ہونی چاہییں اور اسی طرح وہ ان تمام مصارف کا بھی کفیل ہے جو حاجات وضروریات اجتماعی وانفرادی کے پورا کرنے کے لیے ضروری قرار دیے جائیں (1)

عہدِ نبوی ﷺ میں بیت المال:

عموی خیال ہے کہ عہدِ رسالت میں کوئی بیت المال نہیں تھا بلکہ جب بھی آمدنی ہوتی، فوری تقسیم کردی جاتی تھی۔ کوئی دائمی ومنظم نظام نہ تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ مشہور مؤرخ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی عام خیال کے حامل تھے۔ آپ لکھتے ہیں:

"لم یکن بیت المال معروفاً عند العرب فی عصر الجاهلیة او عصر رسول الله ﷺ و ابی بکر رضی الله عنه حیث ان الدولة فی بدء تکوینها مع قلة الموارد و ضعف الایرادات و ان سیاسة الرسول ﷺ کانت تقضی بتوزیع المال بفورة ان جاء غدوة لم ینتصف النهار او عشیة لم یبت حتی یقسمه"

"زمانہ جاہلیت میں اسی طرح عہدِ رسالت وعہدِ صدیقی میں بیت المال کے نام سے کوئی شعبہ متعارف نہیں تھا، کیونکہ اسلامی حکومت کے نقطہ آغاز میں وسائلِ دولت اور آمدن کم تھی، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی پالیسی یہ تھی کہ مال آتا اور فوری تقسیم فرمادیتے، اگر صبح مال آتا تو دوپہر سے پہلے اور شام کو آتا تو رات گزرنے سے پہلے اس کو تقسیم فرمادیتے" (2)

عموی طور پر دیگر مصنفین نے بھی یہی نظریہ اپنایا ہے۔ البتہ ہماری نظر میں یہ بات زیادہ سے زیادہ مدنی دور کے ابتدائی سالوں کے لیے تو ٹھیک ہوسکتی ہے، لیکن پورے عہدِ رسالت کے لیے

اور طائف وخیبر جیسے متمول شہروں پر مشتمل ریاستِ اسلامی کے لیے یہ نظریہ رکھنا درست نہیں۔ اس لیے ہم مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سے متفق ہیں کہ:

"مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کے متصل ایک کمرہ تھا جس کی کڑی نگرانی بھی کی جاتی تھی۔ اس میں سرکاری اموال اور اجناس رکھے جاتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کی نگرانی کرتے تھے۔ یہ پہلا بیت المال تھا اور حضرت بلال پہلے وزیرِ مالیات تھے" (3)

بیت المال کے ذرائع آمدن:

مسلمانوں کے بیت المال کیلئے ذرائع آمدن عہدِ رسالت سے لیکر اب تک بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ حکومتِ کویت کی کاوشوں سے شائع ہونے والے الموسوعۃ الفقہیۃ کے مطابق بیت المال کے ذرائع آمدن درج ذیل ہیں:

1 زکاۃ اور اسکی تمام اقسام، جسے امام وصول کریگا، خواہ اموالِ ظاہرہ کی زکاۃ ہو یا اموال باطنہ، جیسے چرنے والے جانور، زرعی پیداوار، نقدی، سامان تجارت۔

2 مالِ غنیمت میں سے اس مال کا خمس جو قابل انتقال ہو، اور غنیمت سے مراد اراضی، جائیداد کے علاوہ ہر وہ مال ہے جو قتال کے ذریعہ کفار سے حاصل ہو، چنانچہ ایسے مال کا خمس بیت المال میں داخل کیا جائے گا، تاکہ اسے غنیمت کے مصارف میں تقسیم کیا جا سکے۔

3 زمین سے نکلنے والی معدنیات سونا، چاندی، اور لوہا وغیرہ کا پانچواں حصہ۔

4 رکاز (مدفون خزانہ) کا پانچواں حصہ: رکاز سے ہر وہ مال مراد ہے جسے کسی انسان نے زمین میں دفن کردیا ہو، یہاں اس سے مراد اہل جاہلیت اور کفار کے وہ خزانے ہیں جو کسی مسلمان کو ملیں، تو اس کا خمس بیت المال کو دیا جائے گا، اور خمس نکالنے کے بعد باقی حصہ جس شخص کو یہ خزانہ ملا ہے اسی کا ہوگا۔

5 مالِ فئ: اس سے مراد ہر وہ منقولہ مال ہے جو قتال اور گھوڑے یا سپاہیوں کو دوڑائے بغیر کفار سے حاصل ہو۔ اسکی چند قسمیں ہیں:

الف۔ وہ اراضی و جائیداد جنہیں مسلمانوں کے خوف سے کافر چھوڑ کر چلے جائیں، یہ اراضی و جائیداد وقف ہونگی، جس طرح قتال کے ذریعہ غنیمت میں حاصل اراضی وقف ہوتی ہیں، اور ان سے حاصل شدہ پیداوار ہر سال تقسیم کی جائے گی

ب۔وہ منقولی اشیاء جو کفار چھوڑ کر چلے جائیں، ان اشیاء کو فوراً تقسیم کر دیا جائے گا، وقف نہیں کیا جائے گا۔

ت۔کفار سے حاصل کیا گیا خراج، یا ان کی ایسی اراضی کی اجرت جنہیں مسلمانوں نے حاصل کیا اور انہیں کرایہ پر کسی مسلمان یا ذمی کو دیا ہو، یا اہل ذمہ کی ان اراضی کی اجرت جنہیں ان کے قبضہ میں برقرار رکھا گیا ہو، خواہ صلح کے طور پر اس اجرت پر اتفاق ہو یا بزورِ طاقت ان پر قبضہ کرنے کے بعد انہیں ذمی مالکان کو دے دیا گیا ہو کہ وہ ہمیں خراج ادا کریں گے۔

ث۔جزیہ: اس سے مراد وہ مال ہے جو مسلمانوں کے ملک میں رہائش کی وجہ سے کفار پر لازم ہوتا ہے، چنانچہ ہر بالغ اور قدرت رکھنے والے ذمی مرد پر ایک متعین مقدارِ مال بطورِ جزیہ واجب ہوتی ہے، یا مجموعی طور پر پورے شہر پر لازم کر دیا جاتا ہے کہ ایک متعین مقدار میں جزیہ ادا کیا جائے۔

ج۔اہل ذمہ کے عُشر: یہ وہ ٹیکس ہے جو ذمی سے ان کے ایسے اموال پر لیا جاتا ہے جن کو وہ تجارت کیلئے دار الحرب لے جاتے ہیں، یا دار الحرب سے دار الاسلام لاتے ہیں، یا دار الاسلام میں ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرتے ہیں۔اہل ذمہ سے یہ ٹیکس سال میں ایک مرتبہ لیا جائے گا تاہم اگر وہ دار الاسلام چھوڑ دیں پھر واپس لوٹ آئیں تو یہ ٹیکس دوبارہ سے ادا کرنا ہوگا۔اسی طرح یہ عُشر اُن حربی تاجروں سے بھی لیا جائے گا جو امان لے کر سامانِ تجارت ہمارے ملک میں لائیں۔

ح۔وہ مال جو حربی صلح کی رو سے مسلمانوں کو ادا کریں۔

خ۔مرتد کا مال؛ اگر اسے قتل کر دیا جائے، یا وہ مر جائے، اور زندیق کا مال؛ اگر اسے قتل کر دیا جائے، یا وہ مر جائے۔ان دونوں کا مال وراثت میں تقسیم نہیں ہوگا۔احناف کے ہاں مرتد کے مال کے بارے میں قدرے تفصیل ہے۔

د۔ذمی کا مال: اگر کوئی ذمی مر جائے، اور اس کا کوئی وارث نہ ہو، یا وارث ہو تو اس کے وارث کو دینے کے بعد جو بچ جائے وہ بھی بیت المال کا حصہ ہے۔

ذ۔قتال کے ذریعہ غنیمت میں حاصل ہونے والی اراضی، ان سے مراد زرعی اراضی ہیں، اسے بیت المال میں شامل کیا جائے گا۔

ر۔بیت المال کی اراضی اور اس کی املاک کی پیداوار، اور تجارتی و اقتصادی منافع جات۔

6 ہدایا، تحائف، صدقات، اور وصایا جو جہاد یا دیگر مفادِ عامہ کی خاطر بیت المال کو پیش کیے جائیں۔

7 وہ تحفے تحائف جو ایسے قاضیوں کے پیش کئے گئے ہوں جنہیں منصب قضا پر آنے سے پہلے ان لوگوں سے تحائف نہ پیش کئے جاتے ہوں، یا اس منصب سے پہلے پیش تو کئے جاتے ہوں، لیکن ہدیہ پیش کرنے والے کا کوئی مقدمہ اس قاضی کے پاس زیرِ سماعت ہو، ایسے ہدایا اگر ہدیہ دینے والے کو واپس نہ کئے گئے تو بیت المال واپس جائیں گے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ابن لتبیہ" کو دیا گیا ہدیہ واپس لے لیا تھا۔اسی طرح وہ ہدایا جو اہل حرب کی جانب سے حکمران کو پیش کئے جائیں، نیز وہ ہدایا جو حکومت کے کارندوں اور گورنروں کو پیش کئے جائیں، یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس نے بھی ہدیہ دینے والے کو اپنے خاص مال سے ہدیہ نہ دیا ہو۔

8 ایسے ٹیکس جو رعایا پر انکی مصلحت کیلئے فرض کیے گئے ہوں، خواہ جہاد کیلئے ہوں یا کسی اور مقصد کیلئے، لیکن ایسا ٹیکس لوگوں پر اسی وقت لگایا جائے گا جب بیت المال سے ضرورت پوری نہ ہو رہی ہو، اور ضروری کام رہ جاتے ہوں، بصورتِ دیگر یہ آمدنی غیر شرعی ہوگی۔

9 لا وارث اموال: یہ ہر وہ مال ہے جس کا مالک نا معلوم ہو، مثلاً: گرا پڑا سامان، ودیعت، رہن، اسی قسم میں وہ اموال بھی ہیں جو چوروں وغیرہ کے پاس سے نکلیں، اور ان کا کوئی دعویدار نہ ہو، ایسے اموال کو بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا۔

10 ایسے مسلمان کا ترکہ جو فوت ہو جائے، اور اسکا کوئی وارث نہ ہو، یا اسکا وارث تو ہو لیکن وہ پورے مال کا وارث نہ بنتا ہو۔یہ ان اہل علم کے نزدیک ہے جو بقیہ مال وارث کو ہی لوٹانے کے قائل نہیں ہیں۔، اسی طرح وہ مقتول جس کا وارث نہ ہو، اس کی دیت بیت المال میں داخل کی جائے گی۔اس قسم میں بیت المال کا حق شافعی اور مالکی فقہاء کے ہاں بطور میراث ہے، یعنی بیت المال عصبہ بنتا ہے، حنفی اور حنبلی فقہاء کے ہاں ایسے مال کو بیت المال میں بطورِ فئ داخل کیا جائے گا، بطور میراث نہیں۔

11 تاوان، چالان اور جرمانے کے طور پر ضبط کردہ مال، جیسا کہ زکاۃ نہ دینے والے سے اس کے مال کا ایک حصہ بطورِ تاوان لینا حدیث میں منقول ہے، اسحاق بن راہویہ، اور ابو بکر عبد العزیز اسی کے قائل ہیں، اور یہ بھی منقول ہے کہ اگر ایک شخص [درخت پر] لٹکایا ہوا پھل اتار لے جاتا ہے تو اس سے اس کی قیمت کا دوگنا تاوان وصول کیا جائے

گا، یہ رائے حنبلی فقہاء اور اسحاق بن راہویہ کی ہے۔

ظاہر بات ہے کہ اس قسم کے تاوان وصول کیے جائیں گے تو انہیں مصالح عامہ پر خرچ کیا جائے گا، اور اس طرح یہ مال بیت المال کا حق قرار پائے گا۔ منقول ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ گورنروں سے ان کے مال کا نصف یہ دیکھ کر ضبط کر لیا تھا کہ ان کی گورنری کے سبب ان کے ہاں خوشحالی آگئی تھی، اس طرح کے اموال بھی بیت المال میں داخل کئے جائیں گے۔(4)

موجودہ زمانے میں بیت المال کے ذرائع آمدن میں ملکی زمین سے دریافت ہونے والی قدرتی معدنیات، پٹرول، قدرتی گیس۔۔۔۔ اور دیگر معدنیات ہیں، بہت ہی کم ایسے ممالک ہیں جہاں ایسے ذرائع آمدن نہیں ہیں۔ نیز زرعی، انڈسٹری، تجارتی یا سروسز کے شعبے میں قائم کردہ سرکاری منصوبوں سے حاصل شدہ مصنوعات کو لوگوں کی خدمت کیلئے فروخت کیا جاتا ہے، مثلاً: بجلی، ٹیلیفون، اور پانی۔۔۔ انہی ذرائع آمدن کو بھی بیت المال میں شامل کیا جائے گا۔ الغرض مسلمانوں کے بیت المال کیلئے مالی ذرائع آمدن بہت زیادہ ہیں۔

بیت المال اور خلیفہ وقت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمران کو بیت المال کا محافظ اور امین قرار دیا۔ اس پر یہ بات واضح فرمادی کہ اگر وہ کسی بھی طریقے سے بیت المال کی صحیح طور پر نگہداشت نہیں کرتا، اس کے استحکام وتحفظ کے لئے موزوں پالیسیاں وضع کر کے ان پر عمل درآمد کا اہتمام نہیں کرتا اور بیت المال کے سرمائے کو صحیح طور پر خرچ کرنے کا اہتمام نہیں کرتا تو وہ اسی طرح خائن اور بددیانت ہوگا جس طرح عام معاشرتی زندگی میں امانت میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانوں کو یہ بات باور کروائی ہے کہ وہ محض عوام کی طرف سے ایک امانت کے اٹھانے والے امین ہیں۔ یہ حکمران لوگوں پر حکومت کرنے کے لئے نہیں بلکہ وہ امانت کا حق ادا کرنے پر مامور ہیں۔

امانت کے اس تصور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح واضح فرمایا کہ جس طرح ایک چرواہا اپنے ریوڑ کا محافظ ہوتا ہے، اسی طرح تم میں سے ہر شخص اپنے اپنے مقام پر ذمہ دار او رمحافظ ہے۔ ایک حکمران اپنی رعایا کا محافظ ہے اور اس سے اس سلسلے میں سوال کیا جائے گا کہ اس نے اپنی رعایا کے مفادات کا تحفظ کیا یا نہیں؟(5)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ

لِرَعِيَّتِهٖ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

"کوئی شخص ایسا نہیں جسے اللہ نے عوام کی ذمہ داری سونپی ہو اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ اپنی رعایا کے بارے میں خیانت کرنے والا ہو تو اللہ نے اس پر جنت حرام قرار دے دی ہے" (6)

ملکی خزانے کو امانت سمجھنے کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات سے نہایت عمدہ مثال پیش فرمائی۔ آپ نے ایک موقع پر زمین سے بکری یا اونٹ کا ایک بال پکڑا اور فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو مال اللہ نے تمہیں دیا، اس میں میرا حصہ پانچویں حصے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور یہ پانچواں حصہ بھی تمہارے ہی واسطے ہے۔(7)

یعنی اسے محتاجوں اور غربا میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ مخیریق جو بنو قینقاع کے ایک یہودی تھے، نے یہ وصیت کر رکھی تھی کہ ان کی وفات کے بعد سات باغات جو ان کی ملکیت تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف ہوں گے۔ ان کی وفات کے بعد یہ باغات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آئے۔ لیکن آپ نے یہ باغات وقف فرما دیئے اور ان کی آمدنی غربا و محتاجوں کو ملنے لگی۔(8)

جو چیز استعمال کرنی جائز نہیں ہے، اس کے بارے میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت محتاط اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں پڑی ہوئی ایک کھجور پر سے گزرے۔ فرمایا: کہ" اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقے میں سے ہوگی تو میں اسے کھا لیتا۔(9)

ایک موقع پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ (جو اس وقت ابھی بچے تھے) نے خشک کرنے کے لئے پڑی ہوئی کھجوروں میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ مگر آپ نے یہ چبائی ہوئی کھجور منہ سے نکلوائی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ اس بچے کو یہ کھجور کھا لینے دیتے تو اس میں کیا حرج تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لئے صدقہ کھانا حلال نہیں ہے۔(10)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے یہ مثال پیش فرما دی تا کہ کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ آپ کا یہ محتاط رویہ آپ کا ذاتی جذبہ ایثار ہی نہ تھا بلکہ یہ رہتی دنیا تک کے حکمرانوں کے لئے ایک مثال تھی کہ مالی بے قاعدگیوں کو روکنے کے لئے سب سے پہلے حکمران کو اپنی مثال پیش کرنا ہوگی۔ آپ کی اس پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ

"اگر سرکاری آمدنی حکمران کی آمدنی سمجھ لی جائے تو حکمران کے قریبی لوگ اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ دولت حکمران کے لئے حرام ہے تو ماتحت افسروں کو ذرا

احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے کہ حکمران ان کا محاسبہ کرے گا۔ اس لحاظ سے یہ نہایت اہم بات ہے کہ اسلام کے سوا دنیا کی کسی اور قوم نے سرکاری آمدنی حکمران کی ذات کے لئے ممنوع قرار نہیں دی۔ یہ خصوصیت بھی صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔(11)

بیت المال کے نگراں کی اہلیت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالیاتی بلکہ پورے انتظامی نظام کی اصلاح کے لئے جو حکمت عملی اختیار فرمائی، اس کا ایک ستون ان عہدوں پر متمکن ہونے والے لوگوں کا معیارِ صلاحیت اور اخلاق تھا۔ اس سلسلے میں قرآنِ مجید کی مختلف آیات میں مختلف عہدوں پر تعینات ہونے والے لوگوں کے معیار کے بارے میں اشارات دیئے گئے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۴۸ میں علم اور جسمانی مضبوطی، اسی سورت کی ۱۲۴ نمبر آیت میں فرمایا گیا کہ ظالم کو اللہ خلافت و منصب سے نہیں نوازتے۔ گویا ظالم آدمی اس عہدے کے لئے اہل نہیں ہے۔ اس کے برعکس عدل ہے۔ گویا کسی منصب پر فائز ہونے والا عدل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔۔ اسی طرح قرآن کے مختلف مقامات پر مناصب کی اہلیت کے لئے مختلف اشارات دیئے گئے ہیں۔ مثلاً الکہف : ۲۸، النور :۵۵، الانبیاء: ۱۰۵، بنی اسرائیل: ۷۰، صٓ: ۲۶، اور یوسف: ۵۵ میں یہ صفات دیکھی جاسکتی ہیں۔ ان آیات کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُصول وضوابط مرتب فرمائے۔ مسلم مفکرین سیاست نے ان آیات کی روشنی میں اُصول مرتب کئے۔

کتاب وسنت کی روشنی میں کوئی عہدہ اور منصب طلب کرنے والا اس عہدے کے لئے نااہل ہوجاتا ہے اور ایسے شخص کو بہت بڑا خائن قرار دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے نزدیک عہدہ طلب کرنے والا سب سے بڑا خائن ہے۔(12)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں متعدد روایات ہیں کہ مختلف لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عہدہ طلب کیا لیکن آپ نے ان سب کو یہ کہہ کر کوئی عہدہ نہیں دیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب کوئی کسی منصب کا خود مطالبہ کرتا ہے تو اس میں گمانِ غالب یہی ہوگا کہ وہ اس منصب کو دنیا کمانے کے لئے استعمال کرے گا۔ اپنے منصب کو ناجائز استعمال کرکے اسے دولت کمانے کا ذریعہ بنائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصل کی تقسیم کے سلسلے میں ہمیشہ احتیاط سے کام لیتے ہوئے اپنے ساتھ قریبی تعلق رکھنے والے کسی بھی فرد کو کبھی محاصل وصول کرنے کی ذمہ داری نہیں سونپی۔ طبقات ابن سعد، کتاب الخراج، زاد المعاد، فتوح البلدان وغیرہ میں ان لوگوں کے اسمائے گرامی یکجا

کئے گئے ہیں جو عہد نبوی میں وصولی کے کام پر متعین کئے جاتے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا تعلق خاندانِ نبوت سے ہو۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے اگر کسی نہ کسی موقع پر اس خواہش کا اظہار کیا بھی کہ اسے مالیات کے شعبے میں کوئی ذمہ داری سونپی جائے تو آپ نے دوٹوک انداز میں انکار فرما دیا کہ صدقات کے مال آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز نہیں کیونکہ یہ لوگوں کے اَموال کی میل کچیل ہوتی ہے۔(13)

دراصل اگر انہیں اس شعبے میں کوئی ذمہ داری سونپی جاتی تو ان کا معاوضہ انہیں حاصل شدہ محاصل سے ادا کیا جاتا۔ آپ نے یہ بات گوارا نہیں فرمائی کہ زکوۃ وغیرہ سے آپ کے خاندان کے کسی فرد کو کسی بھی انداز سے بلاواسطہ یا بالواسطہ کچھ حاصل ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مالیاتی حکمتِ عملی کی ایک نمایاں بات یہ ہے کہ آپ نے زکوۃ وصول کرنے والوں کو ان کے منصب کی اہمیت اور نزاکت کا احساس دلایا۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ

"حق طریقے سے صدقات وصول کرنے والا شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر لوٹ کر آ جائے۔(14)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ خَيْرَ الْكَسْبِ كَسْبُ يَدَيْ عَامِلٍ إِذَا نَصَحَ

"بہترین کام عامل کا کام ہے جب تک وہ خیرخواہی کے ساتھ کام کرے" (15)

مسند احمد میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب اللہ تعالیٰ مشرق و مغرب کے خزانے کھول دے گا۔ بے شک تمہارے عمال (جو زکوۃ وصول کرنے میں لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، ان کے حقوق مارتے ہیں، غنیمت کے مال میں بددیانتی کرتے ہیں اور حاصل کی ہوئی چیزوں کو حاکم سے چھپاتے ہیں) جہنم میں جائیں گے۔ سوائے ان عمال کے جو محاصل وصول کرتے وقت اللہ سے ڈرتے رہے اور جنہوں نے امانت ادا کری یعنی جو کچھ وصول کیا تھا، اسے امانت داری کے ساتھ بیت المال میں جمع کروا دیا۔(16)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کار یہ تھا کہ مختلف علاقوں میں متعین کئے جانے والے

عہدیداروں کو خصوصی ہدایات دیا کرتے تھے۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں عہد نبوی سے ملتی ہیں کہ آپ کسی عامل یا عہدہ دار کو کسی جگہ متعین فرماتے تو پیدل چل کر شہر کے باہر تک اس کے ساتھ جاتے، اس دوران اسے ہدایات دیتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی جانب متعین فرمایا۔ میں جب روانہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے واپس بلایا اور فرمایا کہ میں نے تمہیں صرف اس لئے بلایا ہے کہ میں تمہیں بتادوں کہ میری اجازت کے بغیر تم جو کچھ بھی لوگے وہ خیانت ہے اور ہر خائن اپنی خیانت کو لئے ہوئے قیامت کے دن آئے گا۔ بس میں نے تمہیں یہی بتلانا تھا، اب اپنے کام پر جا کر لگ جاؤ۔ (17)

ابوداود شریف میں ہے کہ ایک صحابی ابومسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عامل بنا کر بھیجنا چاہا اور فرمایا

"ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں قیامت کے دن اس حال میں پاؤں کہ تمہاری پیٹھ پر اونٹ ہو جو آواز نکال رہا ہو جسے تم نے خیانت کے طور پر لیا ہوگا"۔ ابومسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ "میں ایسا عہدہ نہیں لینا چاہتا" آپ نے فرمایا: "پھر میں بھی جبراً تمہیں نہیں بھیجتا۔ (18)

مالیات و محاصل کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ قواعد وضوابط رائج فرمائے۔ ان قواعد سے افسرانِ مالیات کو باقاعدہ آگاہ کیا جاتا تھا اور ان پر بڑی سختی سے عمل کروایا جاتا۔ باقاعدہ طور پر ان ہدایات پر عمل درآمد کی نگرانی کی جاتی تھی۔ اس طرح کی ہدایات میں یہ باتیں شامل ہوتی تھیں کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے خود چل کر زکوٰۃ دینے والے کے پاس جائیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ سرکاری ملازم خود زکوٰۃ کا مال دیکھ سکے گا اور کسی بھی طرح کی بدعنوانی مثلاً زکوٰۃ کا مال چھپانے کی بنیاد ختم ہوجائے گی۔ اسی طرح یہ ہدایت بھی تھی کہ زکوٰۃ میں چھانٹی کا مال نہ لیا جائے، نہ ہی گھٹیا مال وصول کیا جائے۔ اسی طرح زکوٰۃ دینے والوں کو بھی ہدایات جاری کی جاتی تھیں۔ زکوٰۃ لینے اور دینے والے سبھی شرعی اُصولوں سے آگاہ کردیئے گئے تھے اور یوں زکوٰۃ دینے والوں کی لاعلمی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے استحصال کی راہیں بند کردی گئیں۔ (19)

زکوٰۃ عائد کرنے کا نصاب اور دیگر مسائل بالکل واضح اور شریعت کے اَحکام تھے، اس لئے زکوٰۃ کی رقم کے تعین (Fixation) کے بارے میں بھی کسی طرح بھی کسی ایک فریق کو دھوکہ دینے یا دھوکہ کھانے کی گنجائش اور اِمکان موجود نہ تھا۔ اس طرح مالیات کے بارے میں کسی بدعنوانی کے آغاز کا امکان خود بخود ہی ختم ہوگیا۔

آپ نے یہ سنہرا اصول دیا کہ مالیاتی عہدوں پر فائز لوگوں کے طرزِ عمل پر خصوصی نگاہ رکھی جائے اور انہیں اس بات کی ہرگز اجازت نہ دی جائے کہ وہ اپنی تنخواہ کے علاوہ رعایا سے کسی قسم کا ہدیہ قبول کریں۔ کیونکہ یہ بدعنوانی کا دروازہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد فرامین موجود ہیں کہ آپ نے عمال حکومت کے لئے حرام قرار دے دیا کہ وہ کوئی ہدیہ قبول نہ کریں۔ اس باب کا نام ہی **"باب ھدایا العمال"** ہے۔

رسول اللہ انے قبیلہ ازد کے ایک شخص ابن اللُّتْبِیَہ کو صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ لوٹ کر آیا تو کہنے لگا کہ یہ مال آپ کا ہے اور یہ مال مجھے تحفے میں ملا ہے۔ یہ بات سن کر آپ جلال میں آگئے اور منبر پر تشریف فرما ہو کر اللہ کی تعریف بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"اس تحصیلدار کا کیا حال ہے جسے میں (صدقات کی وصولی کے لئے) متعین کرتا ہوں پھر وہ کہتا ہے کہ یہ مال تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے۔ وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا پھر دیکھتے کہ اسے کوئی ہدیہ ملتا ہے یا نہیں۔ (یعنی اگر اس وقت بھی جب سرکاری کام نہ ہو کوئی ہدیہ دیا کرتا ہو تو اس کا ہدیہ کام کے بعد بھی درست ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اس نے یہ ہدیہ دباؤ سے دیا ہوگا یا کسی اور ناجائز غرض کی خاطر دیا ہوگا) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ا کی جان ہے کوئی تم میں سے ایسا مال نہ لے گا مگر قیامت کے دن اپنی گردن پر لاد کر اسے لائے گا۔ اس طرح حاصل کیا ہوا اگر اونٹ ہوگا تو وہ بڑبڑا رہا ہوگا۔ گائے ہوگی تو چلا رہی ہوگی۔ بکری ہوگی تو ممیا رہی ہوگی۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ہمیں نظر آنے لگی اور فرمایا: "یا اللہ! میں نے تیرا حکم لوگوں تک پہنچا دیا۔(20)

روایت کے اندر اس بات کی تفصیل موجود ہے کہ انہوں نے خود آ کر اس مال کی نشاندہی کر دی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش فرما دیا تھا کہ یہ مال مجھے ملا ہے اور یہ مال سرکار کا ہے۔ اس سے ان کی بدنیتی کی بجائے نیک نیتی ظاہر ہو رہی ہے۔ کیونکہ اگر ان کی نیت میں کوئی خرابی ہوتی اور وہ یہ ہدایا چھپانا چاہتے ہوتے تو اس مال کا ذکر قطعاً نہ کرتے جو انہیں ذاتی حیثیت میں ملا تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ لوگوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عقیدت تھی اور وہ اسی بنا پر انہیں ہدایا اور تحائف دینا باعثِ ثواب سمجھتے تھے۔ یہ تحائف دینے والوں نے بھی اسی نیت سے دیئے تھے اور لینے والے کی نیت بھی صاف تھی۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کے مسئلے سے قطع نظر آئندہ کے لئے کسی طرح کی بدعنوانی کے انسداد کے لئے ہر سوراخ کو بند فرما دیا۔

ابوداود شریف میں مالیات کی وصولی پر مامور عہدہ داروں کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے کہ

مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلاً فَلْيَكْتَسِبْ زَوْجَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ خَادِمٌ فَلْيَكْتَسِبْ خَادِمًا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَسْكَنٌ فَلْيَكْتَسِبْ مَسْكَنًا «. قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ أُخْبِرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ » مَنِ اتَّخَذَ غَيْرَ ذَلِكَ فَهُوَ غَالٌّ أَوْ سَارِقٌ «.

" جنہیں ہم عامل مقرر کریں، اسے چاہئے کہ ایک بیوی رکھ لے۔ اگر اس کے پاس کوئی خدمتگار نہ ہوتو ایک خدمتگار رکھ لے۔ اگر اس کے پاس رہائش گاہ نہ ہوتو ایک رہائش گاہ رکھ لے۔ مستورد کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم اسے سنا ہے کہ اگر کسی عامل نے اس سے زائد حاصل کیا تو وہ خائن ہے یا چور ہے۔(21)

اسلامی ریاست میں مالیاتی امور کے بارے میں خصوصی طور پر احتیاط سے کام لیا جانا چاہیے کیونکہ اگر اس شعبے میں ذرّہ برابر بھی بے احتیاطی سے کام لیا جائے تو ایک طرف ملکی خزانہ غلط طور پر خرچ ہوجاتا ہے دوسری جانب بدعنوانیاں جنم لیتی ہیں۔ تقسیم دولت کا سلسلہ غیر متوازن ہوجاتا ہے اور لوگ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہوجاتے ہیں۔ مالیات کے معاملے میں اسلام کس قدر احتیاط سے کام لیتا ہے، اس سلسلے میں ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ اسلام سے پہلے کے مذاہب میں سرکاری آمدنی کے ذرائع یعنی کن کن چیزوں پر محصول لیا جائے، اس کی تفصیل تو ہمیں ملتی ہے۔ لیکن انہیں کن کن مدات میں خرچ کیا جائے، اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ان مذاہب میں اس شعبے کو حکمران کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا کہ ٹیکسوں کی اس آمدنی کو وہ جس طرح چاہے خرچ کرے اور عام طور پر حکمران اپنی ذات پر اور فضول خرچیوں اور عیاشیوں پر خرچ کیا کرتے تھے۔(22)

ڈاکٹر حمید اللہ مزید لکھتے ہیں :

" میرے علم میں قرآن کریم وہ پہلی دینی کتاب ہے جس میں آمدنی کے وسائل کے متعلق بہت کم تفصیل ملتی ہے لیکن اسے خرچ کرنے سے متعلق انتہائی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔(23)

اسلام سے پہلے مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی کے مصارف کا کوئی قاعدہ اور ضابطہ موجود نہ تھا۔ رئیس قبیلہ غنیمت وغیرہ کے محاصل کے خرچ کرنے میں تمام اختیارات کے مالک ہوتے۔ عموماً کل محاصل کے چوتھائی حصے کا مالک رئیس ہوتا تھا۔ اس میں وہ تمام قیمتی اشیاء خود رکھ

لیتا۔ تقسیم کے بعد جو کچھ بچ رہتا یا بچالیا جاتا، وہ اس کے قبضے میں آجاتا۔ اس کے علاوہ اس زمانے میں یہ طریق کار بھی موجود تھا کہ جو شخص کوئی مال لوٹتا، وہ اسی کا ہوجاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظام میں مثبت اور دیرپا تبدیلیاں کیں۔ آپ نے مالِ غنیمت کو فوج میں باقاعدہ ضابطے کے مطابق تقسیم کرنے کا اصول رائج فرمایا۔ یہ اصول نہایت عادلانہ تھے۔ کسی فرد کی بجائے حاصل ہونے والے مال کو اجتماعی ملکیت قرار دیا۔ غنیمت، فئے، زکوۃ، خراج، جزیہ اور دیگر محاصل اسی انداز سے تقسیم کئے جاتے کہ کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملتا اور یہی اُصول آپ کے بعد بھی مستقل طور پر تقسیم دولت کے اصول بن گئے۔ (24)

اس کے ساتھ ہی یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت نے ہر شخص کو اتنی جرأت عطا کردی تھی کہ اگر کوئی کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی کا ارتکاب کرتا تو وہ خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ اہلکار کی ہر کارروائی پر اس سے سوال کرسکتا تھا اور عدالتِ نبوی تک رسائی کرسکتا تھا۔ اس ماحول میں کسی طرح کی بدعنوانی ممکن نہ تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی پالیسی کا ایک سنہرا اصول یہ تھا کہ حاصل ہونے والی آمدنی اور اجناس آپ بیت المال میں جمع کرکے رکھا نہیں کرتے تھے بلکہ فوری طور پر اعلان فرما دیتے کہ مستحق لوگ آکر اپنا اپنا حق وصول کرلیں۔

بہت سے شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک سکون محسوس نہیں کرتے تھے جب تک کہ بیت المال میں آنے والا مال مستحق لوگوں تک پہنچا نہیں دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریق کار کی ایک حکمت تو یہ ہوسکتی ہے کہ آپ ارتکازِ دولت کی بجائے دولت کے پھیلانے کو پسند فرماتے تھے۔ دوسری حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ جلد از جلد اس مال کو تقسیم کرکے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے فارغ ہونا چاہتے ہوں اور آپ چاہتے تھے کہ حق، جلد از جلد حقدار تک پہنچ جائے۔

ایک دفعہ رئیس فدک نے غلے سے لدے ہوئے چار اونٹ آپ کی خدمت میں بھیجے۔ اسے فوری طور پر تقسیم کیا گیا لیکن کچھ بچ رہا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو پھر آج گھر نہیں جاؤں گا۔ آپ نے رات مسجد میں ہی بسر فرمائی۔ جب اگلے روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ سارا مال تقسیم ہوگیا ہے تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور گھر تشریف لے گئے۔ (25)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المال کے بارے میں اس اعتبار سے بھی احتیاط کی

پالیسی اختیار کی کہ صرف حقداروں کو ہی دیا۔آپ نے فرمایا:

مَا أُعْطِيكُمْ وَلَا أَمْنَعُكُمْ ،أَنَا قَاسِمٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ

"میں خود نہ تمہیں کچھ دیتا ہوں نہ کسی چیز کو تم سے روکتا ہوں۔ میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے، وہاں خرچ کرتا ہوں"۔(26)

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر واضح فرما دیا تھا کہ ریاست کے خزانے میں جو کچھ ہے وہ لوگوں کی امانت ہے۔آپ اس امانت کو حقداروں تک پہنچانا اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔

بیت المال کے شعبہ ہائے مصارف:

قرآنِ عزیز اور سیرتِ طیبہ کی تفصیلات کی روشنی میں بیت المال کے مصارف متنوع ہیں، اس لیے بیت المال کے محاصل کو چار مختلف شعبوں میں تقسیم کر کے جدا جدا "چار بیوت الاموال" قائم کرنے چاہیے جو کہ مرکزی بیت المال کے تحت میں رہیں گے۔

پہلا اور دوسرا شعبہ مالِ غنیمت، کنز اور رکاز کے خمس، اور صدقاتِ نفلیہ اور زکوۃ سے تعلق رکھتے ہیں، جبکہ تیسرا اور چوتھا شعبہ خراج، غیر مسلم تجار سے وصول کردہ عشور، فیٔ، کراء الارض، ضرائب اور اموالِ فاصلہ پر مشتمل ہیں۔

پہلے اور دوسر شعبہ کے مصارف آٹھ ہیں جنہیں قرآنِ کریم کی درجِ ذیل آیت میں متعین کیا گیا ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٦٠

ترجمہ:"صدقات تو دراصل حق ہے فقیروں کا، مسکینوں کا، اور ان اہلکاروں کا جو صدقات کی وصولی کے لیے مقرر ہوتے ہیں، اور ان کا جن کی دلداری مقصآود ہے۔ نیز انہیں غلاموں کو آزاد کرنے میں، اور قرض داروں کے قرض ادا کرنے میں، اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں کی مدد میں کرچ کیا جائے۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے! اور اللہ علم کا بھی مالک ہے اور حکمت کا بھی مالک"(27)

تیسرے شعبہ کے مصارف ہر قسم کے وظائف اور شعبہ ہائے حکومت کے نظم و انتظام کے خراجات ہیں اور چوتھے شعبہ کے مصارف رفاہِ عامہ، لاوارث بچوں کی پرورش اور دیگر امورِ خیر ہیں۔(28)

سیرت نگاروں کی تصریحات کے مطابق بیت المال کے چوتھے شعبہ میں ایک مستقل مد قرضِ حسنہ کی ادائیگی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب بھی کسی ایسی میت کو لایا جاتا جس پر قرض باقی ہوتا تو آپ ﷺ ہمیشہ یہ سوال کرتے" کیا اس نے اپنے قرض کے ادا کرنے کے لیے چھوڑا ہے؟" اگر جواب مثبت میں ملتا تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھاتے ورنہ اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے دیگر مسلمانوں کو نمازِ جنازہ ادا کرنے کا فرما دیتے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے اہلِ اسلام کو تونگری سے نوازا اور ریاستِ مدینہ خوشحال ریاست کے روپ میں ابھری تو بارگاہِ رسالت ﷺ سے یہ اعلان سنا گیا:

أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ

"میں ایمان والوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں۔ اس لیے اب جو بھی مؤمن وفات پا جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے اور جو کوئی مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے" (29)

یعنی یہ قاعدہ طے کر دیا کہ کسی بھی نادار مقروض کے انتقال کے بعد اس کے بارِ قرض کو باقی نہیں رکھا جائے گا بلکہ اس کی سبکدوشی کا انتظام کر دیا جائے گا۔

یہ ادائیگی بیت المال سے کی جاتی تھی۔ لہٰذا معسر مقروض کی اعانت بیت المال سے ہونی چاہیے۔ نیز حدیثِ بالا میں اس اعلان کے الفاظ" میں ایمان والوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں" سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ مقروض میت کو سبکدوش کرنا صرف نبی کریم ﷺ کی خصوصیت تھی، کیونکہ یہ تو ہر عادل مسلم حاکم کی شان ہوتی ہے کہ وہ رعایا کا خود ان سے زیادہ خیال رکھتا ہو۔

بعض روایات میں اس موقع پر حضور ﷺ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں: **فَمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، وَلَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً فَعَلَيْنَا قَضَاؤُهُ** (30) اس میں جمع کی ضمیر اس بات کی طرف مشیر ہے کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیت نہیں تھی بلکہ تمام حکام کی ذمہ داری ہے۔ حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: غارمین (قرآنی اصطلاح) وہ مقروض ہیں جنہوں نے بلا ضرورت قرض

نہ لیا ہو، امامِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ ان کا قرض بیت المال سے ادا کرے" (31)

اسی مسلک کو حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کی تشریح کرتے ہوئے راجح قول قرار دیا ہے۔(32) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ تو اس مسئلہ میں اتنے پختہ ہیں کہ انہوں نے واضح الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ ہر حاکمِ وقت پر لازم ہے کہ وہ ہر نادار مقروض میت کا قرض بیت المال سے بیباک کردے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو روزِ قیامت اس سے قصاص لیا جائے گا اور دنیا میں وہ گناہ گار ہے۔(33)

وجہ یہی ہے کہ امامِ وقت رعیت کا نگہبان ہوتا ہے، دنیاوی مصائب اور اخروی جوبدہی کے اسباب سے نجات دلانا اس کے فرائض منصبی کا اہم حصہ ہوتا ہے۔ نیز بیت المال اس ادارہ یا شعبہ کا نام ہے جس میں مسلمانوں کی اجتماعی املاک محفوظ رکھی جاتی ہیں اور بوقتِ ضرورت ان کی مصالح و ضروریات پر ہی خرچ کی جاتی ہیں۔ صاحبِ ھدایہ کہتے ہیں: "لِأَنَّ مَالَ بَيْتِ الْمَالِ مُعَدٌّ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِينَ" یعنی" بیت المال تو مسلمانوں کے مسائل کے لیے ہی رکھا گیا ہے" (34)

لہذا مقروض و ضرورت مند عوام کی بعد از مرگ چھٹکارے کا بندوبست اسی بیت المال سے ہونا قرینِ قیاس بھی ہے۔

مصارفِ بیت المال کی ترتیب:

الماوردی کے بیان کے مطابق بیت المال پر جو مطالبات واجب ہیں انہیں ادائیگی کی ترتیب کے لحاظ سے دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1۔ وہ مدات جن کے متعلق بیت المال کی ذمے داری قطعی اور حتمی ہے۔ یہ مدات یا تو ان خدمات کے صلے میں ہیں جو کسی نے ریاست کے لیے انجام دی ہوں، مثلا فوج کے وظائف، سلطنت کے عہدیداروں کے مشاہرے، خرید کردہ ساز و سامان کی قیمت، یا وہ اخراجات جن کا برداشت کرنا ریاست کے مخصوص فرائض میں شامل ہے، مثلا اپنے قیدیوں کی نگہداشت اور دیکھ بھال۔ ان مطالبات کی مکمل ادائیگی بیت المال کے اولین فرائض میں سے ہے اور ان کی ادائیگی میں تعویق و تاخیر صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ خزانہ دیوالیہ ہوجائے۔

2۔ وہ مطالبات جن کی ادائیگی کی ذمے داری بیت المال پر اس صورت میں عائد ہوتی ہے کہ اس میں پہلی قسم کے اخراجات کے ادا کرنے کے بعد اس میں گنجائش ہو۔ اس مد میں اخراجات کا تعلق فلاح و بہبود یا مفادِ عامہ سے ہوتا ہے، مثلا سڑکوں کی تعمیر و مرمت، پانی کی بہم رسانی، اراضی کے نقصانات کی تلافی۔(35)

حاصلِ کلام:

کسی بھی ملک کے مالیاتی نظام میں دیانت وامانت کو بہت بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ معاشرتی، سیاسی اور معاشی شعبوں میں ان اَقدار کو وہی حیثیت حاصل ہے جو کسی جسم میں گردش کرنے والے خون کو حاصل ہوتی ہے۔ کسی جسم میں گردش کرنے والا خون اگر تندرست اور جراثیموں سے پاک ہے تو وہ جسم بھی تندرست وتوانا ہوگا لیکن اگر کسی کے خون میں کسی مرض کے جراثیم پیدا ہوجائیں تو یہ جسم بیماری کا شکار ہوجائے گا اور اگر ان جراثیموں کو خون سے مٹایا نہ گیا تو یہ اس جسم کے خاتمے کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔

اگر کسی ملک کے مالیاتی نظام میں بددیانتی، خیانت اور بے ایمانی سرایت کرجائے تو وہاں دولت کی عادلانہ تقسیم ممکن نہیں رہتی۔ اگر سرکاری کارندے اور افسران بدعنوانی میں ملوث ہوجائیں تو ملکی خزانہ غلط طور پر استعمال ہونے لگتا ہے۔ غیر حقدار لوگ تو ناجائز ذرائع سے سب کچھ لے جاتے ہیں لیکن حقدار محروم رہ جاتے ہیں۔ ملکی آمدنی عوام تک نہیں پہنچ پاتی۔ عوام سرکاری خزانے اور قومی آمدنی سے مستفید نہیں ہوپاتے۔ سرکاری افسران تو بہت امیر ہوتے جاتے ہیں لیکن عوام کے حصے میں غربت ہی آتی ہے۔ ملکی خزانہ تو خالی ہوجاتا ہے لیکن ملک غریب اور سرکاری افسران امیر ہوجاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملکی اخراجات چلانے کے لئے ملک سرمایہ دار ملکوں کا مقروض ہوجاتا ہے اور یہ سرمایہ دار ممالک اکثر اَوقات ایسی شرمناک شرائط کے ساتھ قرض دیتے ہیں کہ ملک سود در سود ادا کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے بلکہ بعض اوقات یہ شرائط ملکی سلامتی کے سراسر مخالف ہوتی ہیں۔

اگر ہم اس سنگین مسئلے کے حل کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں بڑا واضح اور قابل عمل موثر ضابطہ ملتا ہے۔ آپ کی حکمتِ عملی کی بنیاد قرآن کریم کی تعلیمات تھیں جن میں ہمیں حلال وحرام کی تمیز سکھائی گئی ہے اور حرام خوری کے وبال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے امانت ودیانت اور بددیانتی کا واضح تصور پیش کیا۔ امانت داری کی فضیلت اور بددیانتی کی نحوست کا ذکر فرمایا اور ان پر لوگوں کو گامزن کروایا۔

حوالہ جات

1۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، شیخ الہند اکیڈمی، جولائی 2010، کراچی، ص232

2۔ محمد بن أحمد بن عثمان ذہبی، دول الاسلام فی التاریخ (حیدر آباد ہند، دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۳۷ھ) ص ۸، ج ا

3۔ محمد حمید اللہ، خطباتِ بہاولپور (بہاولپور، جامعہ اسلامیہ بہاولپور، س ن)، ص: ۱۸۳

4۔ الموسوعة الفقهية الكويتية (الطبعة الثانية، دارالسلاسل – الكويت) مَوَارِدُ بَيْتِ الْمَال، ص 245ج8

5۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعه چهارم: جمادی الثانیه ۱۴۲۹ ھ)، کتاب الاستقراض، باب العبدراعفیمالسیده، حدیث نمبر:2278

6۔ مسلم بن الحجاج قشیری، صحیح مسلم (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعه چهارم جمادی الثانیه ۱۴۲۹ھ)، کتاب الامارة، باب فضیلة الامامالعادل، حدیث نمبر:142

7۔ سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعه چهارم :جمادی الثانیه ۱۴۲۹ھ) کتاب الجهاد، باب في الإمام يستأثر بشيء من الفيء لنفسه، حدیث نمبر ۲۷۵۵

8۔ مسلم بن الحجاج قشیری، صحیح مسلم محوله بالا، کتاب الجهاد، باب قول النبي صلى الله عليه و سلم :لا نورث ما تركنا فهو صدقة، حدیث نمبر: 1759

9۔ مسلم بن الحجاج قشیری، صحیح مسلم محوله بالا، کتاب الزکاة، باب تحريم الزكاة على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى آله وهم بنو هاشم وبنو المطلب دون غيرهم، حدیث نمبر:1071

10۔ احمد بن حنبل الشيباني، مسند احمد بن حنبل (بيروت، بيت الافكار الدولية ۲۰۰۵م)، حديث الحسن بن علی، حدیث نمبر:1725

11۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بهاولپور (اسلام آباد، اداره تحقیقاتِ اسلامی، 2007) ص ۳۳۲

12۔ سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤدمحوله بالا، کتاب الخراج، باب مَا جَاءَ فِي طَلَبِ الإِمَارَةِ، حدیث نمبر:2930

13۔ احمد بن شعیب نسائی ،سنن نسائی (بیروت، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعه چهارم جمادی الثانیه ۱۴۲۹ھ) بَاب اسْتِعْمَالِ آلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ عَلَى الصَّدَقَةِ، حدیث نمبر:2610

14۔ سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤدِمحوله بالا، کتاب الخراج،باب فِي السِّعَايَةِ عَلَى الصَّدَقَةِ ،حدیث نمبر:2936

15۔ احمد بن حنبل الشیبانی،مسند احمد بن حنبل ،محوله بالا،مسندابی هریره،حدیث نمبر:8393

16۔ احمد بن حنبل الشیبانی،مسند احمد بن حنبل ،محوله بالا،أحادیث رجال من أصحاب النبی، حدیث نمبر:33497

17۔ محمد بن عیسی الترمذی ، جامع الترمذی، (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، طبعه چهارم :جمادی الثانیه ۱۴۲۹ھ)، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی هدایا الامراء،حدیث نمبر:1335

18۔ سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤدِمحوله بالا، کتاب الخراج،باب في غلول الصدقة حدیث نمبر:2947

19۔ یه اصول و ضوابط حدیث کی ہر کتاب میں کتاب الزکوٰۃ کے تحت بیان ہوئے ہیں مثلا مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ارضاء الساعی مالم یطلب حراما، اور باب ارضاء السعادۃ۔

20۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری،محوله بالا،کتاب الحیل،باب احْتِيَالِ الْعَامِلِ لِيُهْدَى لَهُ،حدیث نمبر:6979

21۔ سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤدِمحوله بالا،کتاب الخراج،باب فِي أَرْزَاقِ الْعُمَّالِ. ،حدیث نمبر:2947

22۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، محولہ بالا، صفحہ ۳۳۶

23۔ ایضاً، صفحہ ۱۸۳

24۔ محمود اختر،مالی بدعنوانیوں کاانسداد سیرت نبوی کی روشنی میں،محدث میگزین،شماره جون 2001

25۔ سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤدِمحوله بالا،کتاب الخراج،باب

فِي الإِمَامِ يَقْبَلُ هَدَايَا الْمُشْرِكِينَ. حديث نمبر: 2057

26۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، محولہ بالا، فرض الخمس، باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ ، حدیث نمبر: 3117

27۔ سورۃ التوبہ: 60

28۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، محولہ بالا، ص 269

29۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، محولہ سابقا، کتاب الکفالۃ، باب الدین، الرقم: ۲۲۹۸

30۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، محولہ سابقا، کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ :من ترک مالا فلاھلہ، الرقم: ۶۷۳۱

31۔ محمد بن جریر طبری، جامع البیان فی تاویل القرآن، محولہ سابقا، ص ۴۰۲، ج ۶

32۔ احمد بن علي بن حجر العسقلاني، فتح الباری شرح صحیح البخاری (ریاض، دار السلام، طبع اوّل: ۱۴۲۱ھ)، کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ: من ترک مالا فلاھلی، ص: ۱۳، ج: ۱۲

33۔ بدر الدین محمود بن احمد عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، (کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ) کتاب الحوالہ، باب الدین، ص ۱۷۸، ج ۱۲

34۔ علی بن ابی بکر المرغینانی، الهدایۃ (لاھور، مکتبہ رحیمیہ) کتاب السیر، ص ۵۴۴، ج ۲

35۔ اردو دائرہ معارف، بیت المال، ص 343، ج 10

✿